شذرات

اسلام کو اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں بہت سے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ چیلنج علمی و فکری بھی تھے، اخلاقی و روحانی بھی اور اسی طرح سیاسی بھی۔ مسلمانوں نے ان چیلنجوں کا پورے عزم و ہمت سے مقابلہ کیا اور جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے، اسلام ان سب معرکوں میں غالب رہا۔ چنانچہ ہر امتحان کے بعد اُسے نئی زندگی ملی اور اس میں فکر و عمل کی جو صلاحیتیں مضمر ہیں انھیں بروئے کار آنے کے وسیع تر مواقع نصیب ہوئے۔ بے شک ان چودہ سو سال میں مسلمانوں کو بہت سے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا ہے لیکن ان میں ہمیشہ انھوں نے اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے اسلام ہی سے ہدایت چاہی ہے اور وہی ان کے لیے رہنما بنا ہے۔

بنو امیہ کے بعد جب عباسی برسر اقتدار آئے اور یونانی او مجوسی علوم و افکار عربی زبان میں منتقل ہوئے تو ان کا اسلامی ذہن پر بڑا زبردست ردِّ عمل ہوا، جس کے نتیجے میں نہ صرف اسلامی معتقدات پر شک و شبہ کیا جانے لگا بلکہ مسلمانوں میں اخلاقی انحراف کی تحریکیں بھی زور پکڑنے لگیں۔ اس علمی و فکری اور اخلاقی و روحانی چیلنج کا مقابلہ ایک طرف علم الکلام کے ذریعہ اور دوسری طرف مسلک سلف کو اپنا کر کیا گیا۔ اسی طرح شروع شروع میں مسلمانوں میں تصوف نے جو راہ اختیار کی تھی اگر وہ اسی پر چلتا رہتا تو وہ اسلام کے لیے اتنا ہی بڑا خطرہ ہوتا جتنا اس سے پہلے یونانیت اور مجوسیت کا فکری سیلاب تھا۔ اس لیے اس دَور میں جمہور علما اس کے خلاف تھے لیکن ایک وقت آیا کہ امام غزالی اور ان جیسے دوسرے بزرگوں نے تصوف کی اس بے راہ روی پر قابو پا لیا اور اسے خالص اسلامی بنا دیا۔ یہاں تک کہ ایک عالم کا صوفی ہونا ہمارے ہاں صدیوں تک ضروری مانا جاتا رہا۔

آج مسلمان پھر ایک زبردست چیلنج سے دوچار ہیں۔ اس سے ہم اسی طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جیسے ہمارے بزرگ اپنے زمانوں میں عہدہ برآ ہوئے تھے۔ اس کے لیے ایک تو ہمیں اپنے فکری و علمی و روحانی ورثے کو جمہور کے لیے ایک معلوم و محسوس چیز بنانا ہو گی اور دوسرے آج کے علوم و فنون سے آگاہی حاصل کرنا ہو گی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں میں توافق و ہم آہنگی ہی اس چیلنج کا جواب ہے جو اس دَور میں نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ پوری دنیا کو درپیش ہے۔

(م س)